شجرہ نسب

سادات

حسنی

کرمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَـٰنِ الرَّحِيمِ

,للَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
اللَّهُمَّ بَارِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِير

وضاحت

ہمارا تعلق خاندان سادات کی حسنی کرمانی شاخ سے ہے ۔ جس کہ مورث اعلیٰ حضرت سید بابا* مسعود سہروردی نروری المتوفی(1588سنہ 996ھ)۔ جنکا وطن مولود بغداد شریف ہے۔مرید خاص وخلیفہ اعظم سید احمد کرمانی و متولی درگاہ ذیارت علم صاحب نرورہ سرینگر۔ جنکا شجرہ نسب انیسویں پشت پر جاکر حضرت سیدنا امام حسن مثنیٰ سے مل جاتا ہے جنکی اولاد کو کشمیر کے عرف میں پیرزادگان کرمانیہ کہا جاتا ہے۔ جن میں پیرمصطفیٰ شاہ کشمیری ملتان، پیر سید عبدالرحمن شاہ میاں چنوں۔ پیر سبحان شاہ۔ بھورے والا پیرسیدعبدالغفارشاہ کشمیری لاہور- پیر سید یوصف شاہ اور پیر سید نور شاہ پونچھ- ہجیرہ قاضی شاہ عبدالکبیر پیر۔ اور پیر معظم شاہ کشمیر ۔جنکے مزارات آج بھی مرجع خلائق ہیں * اور ہمارے ہی خاندان کہ ایک عالم دین علامہ سید انور شاہ کشمیری کو علامہ اقبال نے اپنے ایک مکتوب میں اور علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی نے اپنی کتاب نام و نسب میں اور جسٹس پیر کرم شاہ الازہری نے اپنی کتاب ضیاء النبی میں مفتی غلام رسول جماعتی نے اپنی کتاب امام حسن اور خلافت راشدہ میں علامہ ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب شرح خصائص علی میں پیر سید خضر حسین چشتی نے اپنی کتاب آل رسول میں علامہ پروفیسر نور بخش توکلی نے اپنی کتاب تذکرۃ مشائخ نقشبندیہ میں ڈاکٹر ظہور الحسن شارب نے اپنی کتاب نذر نصیرمیں اور شیعہ مفسر قرآن محسن نجفی نے بلاغ المبین میں سید لکھا ہے اور ایک دوسرے بزرگ پیر سید عبدالغفار شاہ کشمیری جنکا مزار

میانی قبرستان لاہور میں مرجع خلائق ہے کو علامہ منشاء تابش قصوری نے گلزار رحمانی میں سید لکھا ہے تیسرے بزرگ پیر سید عبدالمجید شاہ نقشبندی مجددی جنکا مزار ہجیرہ راولاکوٹ میں مرجع خلائق ہے سب انکو سید مانتے جانتے لکھتے ہیں اتنی بڑی بڑی علمی و تحقیقی فکری و ادبی شخصیات جنکے اقوال و افعال مسلم الثبوت ہیں ان کا اپنی اپنی کتب میں سید لکھنا بھی سیادت کی واضح دلیل ہے اسکے اعلاوہ ہمارے پاس اپنے شجرہ نسب پر مصدقہ سند بطور دلیل و ثبوت آج سے تقریباً اڑھائی سو سال قبل *بزبان فارسی لکھا گیا دو صفحات پر مشتمل قدیم فارسی مخطوطہ جس پر اس وقت کہ چار بڑے علماء و مشائخ کی تصدیقات و دستخط ہیں۔ موجود ہے*. *جسکے مطابق ہمیں اپنی سیادت پر عقلا نقلا شرعاً شرح صدر اطمینان و یقین حاصل ہے اور یہی اطمینان و یقین کسی غیر کو بھی حاصل ہو ضروری نہیں-

وہ قدیم فارسی مخطوطہ جو اصل حالت میں توسوپور پیرنیاں بارہمولہ کشمیر میں ایک خاندانی بزرگ کہ پاس محفوظ ہے اس کا عکس و نقل کسی کو بھی بوقت ضرورت دیکھایا جا سکتا ہے انکار سیادت کوئ نئ بات نہیں بڑے بڑے اکابر سادات حضورغوث الاعظم ۔سید احمد کبیر رفاعی -سید جلال الدین بخاری۔ پیر سید مہر علی شاہ کی سیادت کا انکار کیا گیا ہے

دسیوں ذرائع نے حضرت علی سے مسعود الدین شاہ کا نسب نقل کیا ہے اور ان میں سے بعض نے صرف سید خاندان سے نقل کیا ہے۔ اس کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے کہ وہ حضرت علی کے کس بیٹے سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک دفعہ محمد دین فوق نے تحریک کشمیر نامی کتاب لکھی جو کشمیر کی مشہور شخصیات پر مبنی تھی تو وہ علامہ انور شاہ کشمیری کے پاس گئے تاکہ علامہ کی تاریخ زندگی کو اپنی کتاب میں پیش کریں اور جب علامہ سے ان کے سلسلہ نسب کے بارے میں پوچھا تو اس نے ان سے بابا مسعود نارواری تک کا سلسلہ نسب بتایا اور پھر یہ کہہ کر شامل کیا کہ بقیہ فارسی زبان میں موجود ہے، پھر انوار شاہ نے مزید معلومات طلب کیں۔

کشمیری نے ان سے کہا کہ خاندانی پس منظر صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ہوتا ہے، اس میں خاندانی پس منظر اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اس شخص کا عقیدہ اور راہ راست اہمیت رکھتا ہے، علامہ انور شاہ کشمیری کو ان کے وسیع علم کی وجہ سے موجودہ دور کا ابو حنیفہ کہا جاتا تھا، اس لیے دیوبند میں ان کے آس پاس کے لوگ علامہ کو انور شاہ کشمیری حنفی کے نام سے پکارتے تھے، اس سلسلے کو شاہ نے مزید معلومات کا ذریعہ بنایا۔ امام ابوحنیفہ جن کے بارے میں کشمیر کی تاریخ کے تمام تحریری یا زبانی ماخذ میں کسی متنی شکل میں معلومات کا کوئی متعلقہ ذریعہ دستیاب نہیں ہے اور یہ دعوے بے بنیاد تھے۔ محمد دین فوق کی تحریر کشمیر کی بنیاد پر کشمیر کے کچھ مورخین نے علامہ انور شاہ کشمیری کا سلسلہ نسب امام ابو حنیفہ تک لکھا ہے

دسیوں مصنفین میں سے بہت کم لکھتے ہیں علامہ انور شاہ کشمیری ان مصادر کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ کے نسب سے تھے۔ جہاں دیگر تمام ذرائع نقل کرتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کشمیری کا تعلق سید خاندان سے تھا۔ 18ویں صدی کا واحد دستیاب ماخذ فارسی زبان ہے جس سے یہ معلومات ملتی ہیں کہ بابا مسعود سیدنا امام حسن مثانہ کے نسب سے تھے جو امام حسن کے بیٹے تھے جسے غلام رسول (میرواعظ سری نگر) نے 14 رمضان المبارک 1201 ہجری کو لکھا تھا اور جس کی توثیق اس وقت کے کشمیر کی مشہور شخصیات نے کی تھی۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ بابا مسعود نروری امام حسن کے نسب سے سید تھے۔

فارسی تحریر


Shajra Nasab Sayed Baba Masood Narwari
(by Baba Dawood Mishkati in his manuscript-Asrar Ul Abrar)
14 Ramazan Ul Mubarak 1201 Hijri
فارسی تحریر 1201 ہجری

فارسی تحریر کا اردو ترجمہ۔

بابا مسعود نروری سہروردی سلسلہ کے معروف بزرگ گذرے ہیں۔ آ پ صاحب عمل پابند شریعت بزرگ تھے۔ آپ سید احمد کرمانی کے خلیفہ خاص تھے۔ آ پ کا تعلق امام حسن کے نسب سے تھا آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی۔ اور وہیں آ پنے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ کثرت عبادت و ریاضت کی وجہ سے جلد ہی ایک ممتا ز مقام حاصل کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد آپکو حکم ہوا کشمیر جانے کا اس طرح آپ بغداد سے ہج ت کر کے پہلے ملتان اور پھر کشمیر سرینگر تشریف لائے۔ آپکی أولاد کشمیر کے دونوں حصوں میں پای جاتی ہے۔ سیادت سے متعلقج و تمیم کی گئی تھی درست نہیں تھیں. تاریخ دان خاص کر کے کشمیر کے مشہور ولی بابا داود مشکوتی کے مطابق آپکی سیادت تسلیم شدہ ہے

(اردو ترجمہ روایت) بزبان فارسی 14 رمضان المبارک 1201

بابا مسود الدین نروری کے شجرہ نسب کے بارے میں مورخوں اور مسند علما کی تحقیق درج ہے۔ شیخ مسعود الدین جب کشمیر تشریف لائے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ جو مستند علما نے بزبان فارسی سند وراثت خاندان مسعودیہ کے بارے میں تحریر فرمائی ہے اور یہ روایت مولانا غلام رسول صاحب میرواعظ کشمیر نے14 رمضا ن المبارک 1201 ھ میں تحریر فرمائی ہے۔

اس کی تائید و تصدیق مندرج ہ ذیل علما ربانی اور بزرگان دین نے فرمائی

1۔ خواجہ محمد حسن صاحب نقشبندی محوم مجاور زیارت خواجہ بہاالدین نقشبند خواجہ بازار

سرینگر

2۔ میر محمد یاسین صاحب خانیاری مرحوم مجاور و منتظ م زیارت دستگیر صاحب خانیار

سرینگر

3۔ محمد سلام الدین صاحب مرحوم مجاور و منتظم درگاo حضرت بل سرینگر

شجرہ نسب محمد مسعود الدین نروی سہروردی بغدادی مدفن بمقام نرورہ سرینگر کشمیر

اللہ تعالی کے نام سے شروع جو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے

اللہ تعالی کی صحیح حمد اور درود بر ذات مقدس ہاشمی مکی و مدنی صلی الله علیه وسلم اور ان کی آل پر اور ان کے تمام برادر انبی ومرسلین پر صلوۃ و تسلیم کے بعد اس بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ تاریخ تحفت ہ الاخبار میں (نوادر الاسرار فی الحالا ت الاخیا ر) سے نقل کیا گیاہے اور انکا شجرہ نسب اس وجہ سے پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے اور وہ یہ ہے : ۔

سیدنا علی المرتضےٰ کے فرزند سیدنا امام عالی مقام امام حسن مجتبےٰ اور انکے فرزند سید محمد المعروف امام حسن المثنی اور ان کے فرزند سید عبد اللہ المحسن اور انکے فرزند سیّد موسی اور انکے فرزند سید عبد اللہ ثانی اور ان کے فرزند سید موسی ثانی اور انکے فرزند سید داؤد اور سید داؤد کے چار فرزند تھے ۔ پہلے فرزند کا نام سیّد محمد تھا جن کی چھٹی پشت سے سلطان المشائخ شیخ عبد القادر جیلانی ہیں ۔ دوسری فرزند کا نام سیّد قاسم تھا جو لاولد تھے۔ سید داؤد کے تیسرے فرزند سید علی تھے ان کی اولاد ماوراءالنہر میں ہیں ۔ سیّد داؤد کے چوتھے فرزند کا نام سید حسین اور انکا بیٹا سیّد احمد اور انکا بیٹا سیّد طاہراور انک ا بیٹا سیّد عبد الواسع انکا بیٹا سیّد عباس انک ابیٹا سیّد عبد المجید انکا بیٹا سیّد نعیم الدین انکا بیٹا سیّد عبدالحلیم انکا بیٹا سیّد عبد الوکیل جوکہ یونان میں پیدا ہوئے ۔ بوجہ دلی طلب کہ سیّد عبد الوکیل نے وہاں ہی نشو و نما پائی اور علوم ظاہری و باطنی حاصل کر لیا ۔ وہاں سے غلب ہ حال کی وجہ سے شہر یونان سے سیر و سیاحت کے لیے باہر آئے اور اپنے آبائی وطن سے

اپنی میراث کو ترک کرکے روانہ ہوئے ۔ رفتہ رفتہ شہر بلخ میں تشریف لائے۔ وہاں پر کچھ دیر قرار کیا ۔ اور مرشد حقانی کی وساطت سے فنا فی اللہ سے بقا باللہ کے درجے میں آئے۔ پھر کچھ دیر بعد ہوش میں آکر اور کمال و احساس کے آثار ظاہر ہوئے اور کافی دیر

وہاں رہے اور اپنا نام سیادت پوشیدہ رکھا اور طلبہ و خلفاء اور شاگردوں کے التجا پر شہر بلخ میں قیام فرمایا اور وہیں سکونت اختیار کی اور جوانی کے عالم میں انھیں حسُن کامل تھا نیز جسمانی طاقت میں بھی اضافہ ہوا ۔ علم مزید حاصل کرکے مکمّل عالم ربانی بن گئے ۔ شہر بلخ میں ایک عارفہ کامل ہ اور مشہور و معروف خدا ترس خاتون کے ساتھ نکاح عمل میں لایا ۔ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے ایک نیک فرزند عطا کیا جس کا اسم گرامی محمد قاسم رکھا گیا۔ یہ حضرت اسی شہر بلخ میں حد بلغت تک پہنچے ۔ جوانی میں کامل حسن و جمال اور صحتمندی حاصل ہوئی پھر علم ظاہر و باطنی حاصل کر کے عالم کامل بن گئے ۔ شہر بلخ سے شہر بخارا تک آنا جانا جای رہا۔ اور شہر بخارا میں بارگاہ حضرت خواجہ مشکل کُشاہ خواجہ بہاءالدین نقشبندی سے کافی فیض حاصل کیا ۔ عارف کامل بن گئے اور سیرو سیاحت میں مصروف ہو گئے ۔ جیسا کہ قرآن پا ک میں اللہ تعالی کا فرما ن ہے ۔سیروافی الارض" یعنی زمین میں گھومو۔ بغداد شریف "عرفانآباد" پہنچ گئے اس وقت شہنشاہ بغداد عارفوں کے بادشاہ جناب شیخ سیّد عبد القادر جیلانی اس دنیا فانی سے دارُلبقا رخصت ہو چکے تھے۔ آخر سید محمد قاسم نے بھی انکے روضہ مبارک پر قرار کی اور کافی عرصہ وہاں گزارا ۔ وہاں کے فیوض و برکات سے مستفی دہ وکر بہت بڑے عارف بن گئ ے او ر بغداد شریف میں ہی نکاح عمل میں لایا اور اللہ تعالی کی بارگاہ سے ایک فرزند عطا ہوا ۔ اور اس کا نام سیّد جنید رکھا ۔ سیّد جنید جب بلغ کی حد کو پہنچے اور علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اسی شہر بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہیں نکاح عمل میں لایا ۔ اور اللہ تعالی کی جانب سے ایک فرزند ارجمند عطا ہوا جس کا نام مبارک محمد مسعود " رکھا گیا ۔

بڑے ہو کر محمد مسعود نے علوم و فنون کے حصول کے لیے کافی کوشش کی اور اپنے آباءو اجداد کے نقش قدم پر رہ کر علم و عرفان کا وافرح ظ حاصل کیا اور عامل کامل بن گئے ۔ اور اس وقت اللہ تعالی کی مرضی کے مطابق بغداد شریف کے ظاہری بادشاہ کو جو حکومت کرتا تھا نے وفات پائی اور اسکا کوئی ولی عہد نہیں تھا۔ تب بغداد شریف کے لوگوں نے جب " محمد مسعود " کو عالم ، عاقل اور صاحب حسن کامل پایااور اسی کوتخت پر بٹھایا اور اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور بغداد شریف کی حکومت اسی کے حوالے کی۔ اور اس زمانے میں بھی سلطنت کے کام بھی کرتے تھے اور عبادت الہی کو ہاتھ سے جانے نہ دیا ۔ اور ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سلطان " محمد مسعود" کو خواب و بیداری کے عالم میں کسی بادشاہ کے آ گ میں جلنے کا واقعہ دیکھایا گیا تھا ۔ اس کو حکم ہوا کہ حکومت ظاہری سے مستعفی ہو جا اور حکومت باطنی کو طلب کر اور ملک کشمیر کی جانب سفر کر ۔ اس خطہ کے لوگوں کو فیوض و برکات پہنچانے کیلئ روانہ ہو جا ۔ اس پر انھوں نے حکومت کو خیر آباد کیا جیسا کہ سلطان ابراہیم اودھم نے اپنے وقت میں اسی طرح کی بادشاہی چھوڑ دی تھی ۔ یہ بھی حکومت سے دستبردار ہو کر کشمیر تشریف لائے ۔ ولی کامل تھے اور میر شاہ سیّد احمد کرمانی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انسے فیوض و برکات حاصل کیے اور انکے دست مبارک پر بیعت کی ۔ رحمتہ اللہ علیہ حضرت میر شاہ سیّد احمد کرمانی پیار سے اور محبت کو طور پر انھیں بابا کہتے تھے اور کبھی خدمت اور ہم نشینی کی وجہ سے انصاری" بھی کہتے تھے ۔ کشمیریوں کی بھی یہ عام عادت ہے کہ معمر بزرگ اور والد صاحب کو تعظیم کے طور پر بابا" پکارنے کا رواج ہے ۔ کشمیریوں میں یہ بھی عاد ت ہے کہ اپنے خادموں ، طالبوں اور بچوں کو "بابا" کے نام سے پکارتے ہیں ۔ سیّد مسعود رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کسر نفسی کی وجہ سے اپنا نسب سیادت پوشیدہ رکھا اور " بابا مسعود اور مسعود انصاری کے نام سے مشہور ہوئے اور شہر سرینگر کے محلہ نرورہ میں قیام فرمایا ۔

اور غذائی حلال کے لیے نرورہ میں ایک قطعۂ اراضی خریدا اور ملیار ”سبزی اگانے “ کا پیشہ اختیار فرمایا ۔ نیز کشمیر کے لوگوں کو خرقۂ ولایت عنایت فرمایا کرتے تھے ۔ چار نکاح بھی عمل میں لائے ان میں سے

ایک نکاح خاندان سیادت میں سے تھا جن کے بطن سے دو فرزند بابا یحیی اور بابا ابراہیم تولد ہوۓ ۔ بابا یحیی کی اولاد خطہ کشمیر علاقہ کھریوشار (اسلام آباد) اور بابا ابراہیم کی اولاد موضع آکھرن علاقہ اسلام آباد میں آباد ہیں ۔

اور دوسری بیوی جو خاندان ملیار ان نرورہ میں سے تھی اس سے پیدا شُدہ اولاد نرورہ میں سکونت پزیر ہوئے ۔ ان کی أولاد آج بھی نرورہ میں آباد ہیں۔

تیسری بیوئی لاولد تھی اور

چوتھی بیوئی بادشاہ کشمیر یوسف شاہ چک کی ہمشیرہ تھی ۔ اس کے بطن سے دو بیٹے بابا عبد اللہ اور بابامحمد حاجی پیدا ہوئے ۔دونوں بھائی ولی کامل تھے ۔ بابا عبد اللہ نے سرینگر محلہ نرورہ قیام کیا ۔ بابا محمد حاجی نے پنجاب کا رخ کیا ان کی ذریات پنجاب کے اکثر مقامات : لاہور ، ملتان ، سورت بندر میں آباد ہیں ۔ بابا عبد اللہ کے چار فرزندتھے

1: باب ا یعقوب ۔ ۔ (ان کی اولاد موضع ترکہ پورہ علاقہ حمل) موجودہ علاقۂ رفیع آباد میں آباد ہیں ۔

2: بابا عبد الرّزاق سوپوری ان کی أولاد سوپور اور پیرنیاں بارہمولہ میں ہیں ۔

3: بابا تقی ۔ ان کی أولاد مقام ریگی پورہ کپوارہ کشمیر میں ہیں۔

4: بابا علی کے أولاد سرینگر میں آباد ہیں ۔

اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ بنیادو ابتدا بابا مسعود کے خاندان سادات سے ہیں اور امام حسن کیاولادوں میں سے ہیں ۔ اور سیادت کا نام ولایت و معرفترب کی وجہ سے حاصل ہوا اور اپنی تواضع اور نرمی کی وجہ سے اس کو پوشیدہ رکھا ۔ یہ وہ ہے جو کچھ مجھے علم ہے باقی کی خبر اللہ تعالی کو ہے اور انہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔

تحریر بتاریخ 14 شہرالرّمضان المبارک 1201 ھ

مضمون عبارت صحیح ہے عبارت بالا صحی حہے دستخ ط ۔

مولوی غلام رسول دستخط خواجہ محمد حسن نقشبندی میر

واعظ کشمیرسرینگر

اوپر کی عبارت صحی ہے سطور بالا بالکل صحیح اور درست ۔

ہے دستخط میر محمد یاسین خانیاری دستخط محمد سلام الدّین

عفیعنہ مجاور منتظم سرینگر حضرتبل سرینگر

اوپر دی گئی تحریر اس فارسی متن کا ترجمہ ہے جو مولوی ۔

میر واعظ کشمیر نے فارسی میں تحریر کیا تھا۔کہیں مورخ بابا مسعود کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے جس کی وجہ سے انھوں ہے لاعلمی کی وجہ سے ان کا غلط شجرہ تحریر کیا ۔ یہ معاملہ آجسے کہیں سو سال پہلے بھی پیش آیا جس کی وجہ سے میر واعظ کشمیر نے یہ تحریر لکھی اور بتایا کہ مورخوں نے انکے معاملے میں غلطی کی ہے ۔ اور انکی اس تحریر کی اس وقت

کے کشمیر کے بڑی بڑی زیارتوں کی گدی نشینوں نے تصدیق کی ہے جن کے نام اوپر دی گئی تحریر

میں موجود ہیں ۔

آنکہ بر تخت سروری زیبد
بابا مسعود نروری زیبد





حضرت حسن رضی اللہ عنہ (۱)
حضرت امام حسن المثنی رضی اللہ عنہ (۲)
سید عبداللہ المحسن (۳)
سید موسیٰ (۴)
سید عبداللہ ثانی (۵)
سید موسیٰ ثانی (۶)
سید داود (۷)
سید حسین تھے (۸)
سید احمد تھے (۹)
سید طاہر (۱۰)
سید عبدالواسع (۱۱)
سید عباس (۱۲)
سید عبدالمجید (۱۳)
سید نعیم الدین (۱۴)
سید عبدالحلیم (۱۵)
سید عبدالوکیل (۱۶)
سید محمد قاسم (۱۷)
سید جنید (۱۸)
محمد مسعود (۱۹)

کچھ ممتاز شخصیات جن کا تعلق بابا مسعود ناروای کے سلسلہ نسب سے ہے ۔

بابا عبد القادر قلندر ترگ پورہ بارہمولہ .1

پیر سید عبد الغفار شاہ لاہور .2 .

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبند .3 .

پیر نور شاہ پونچھ .4

پیر یوسف شاہ پونچھ .5

پیر غلام حسن شاہ (جے اینڈ کے پولیس کے .6
پہلے ڈی جی پی)

سید قمر الدین کرمانی (آزاد جموں و .7
کشمیر

سید عبد المجید شاہ حاجرہ پونچھ8.

سید مصطفی شاہ ملتان .9

پیر سید عبد الکبیر شاہ نیلم وادی آزاد
کشمیر.11

11. سید سبحان شاہ ایم ایل اے میاں چنوں پنجاب

12. سید پیر مظہر سعید شاہ وزیر آزاد کشمیر

بابا عبد القادر قلندر ترگ پورہ

سید پیر بابا عبدالقادر قلندر اور سید پیر بابا عبدالحمید اللہ شاہ کے مزارات بارہمولہ ضلع کے گاؤں تراگ پورہ اور قریبی گاؤں چجیہامہ میں واقع ہیں۔ پیر سید عبدالقادر شاہ ایک قلندر (صوفیانہ) تھے جن کے بہت سے معجزات تھے۔ سید پیر عبدالحمید اللہ معروف اسلامی سکالر تھے اور ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا قرآن مجید اور الجزولی کی دلائل الخیرات کی سات جلدیں آج بھی زندہ ہیں اور خاندان کا قیمتی ورثہ ہیں



Baba Abdul Qadar
Qalandar
Tragpora
Baramulla

پیر سید عبدالغفار شاہ لاہور

حضرت پی محمد عبدالغفار شاہ ابن پیر احمد شاہ ابن میپر مصطفی شاہ (قدست اسرارہم) تیغ مسعود نروری (مدفون محلہ نرورہ سری نگر) کی اولاد امجاد سے تھے۔ اپ کے دادا حضرت پیر مصطفی شاہ کشمیر سے آکر ضلع ملتان کے ایک ویرانہ مین بیٹھ گئے جو آپ کے قدوم کی برکت سے آباد ہو گیا اور اس مقام پ چک ۱۵/۵۷۔ اسی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس چک میں پیر مصطفی شاہ کا مزار مرجع خلائق ہے، پیر عبدالغفار شاہ اسی چک میں متولد ہوئے اور ابھی گیارہ برس کے تھے کہ آپ کے والد ماجد لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور ہی میں حضرت پیر صاحب نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی، یہیں آپ کا نکاح سادات کے ایک گھرانے میں ہوا لیکن وہ ہی برس بعد آپ کی اہلیہ داغ مفارقت دے گئیں۔ اس کے بعد پیر صاحب نے دوسری شادی نہیں کی، صرف ایک فرزند پیر محمد اشرف موحوم آپ کی یادگار تھے[1]

حضرت پیر عبدالغفار شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد حنفیہ تکیہ سادھوان لاہو کے امام و خطیب اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک تھے مگر اس وقت ہمیں ان کے پیر و مرشد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ جید عالم اور عاشق رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھے۔ تمام عمر درود شریف کے مجموعے چھاپ کر تقسیم کرتے رہے، علاوہ ازیں وظائف اور تصوف کی متعدد کتابیں شائع کیں۔ اس سلسلے میں آپ کا عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ عشرۂ کامہ کے علاوہ دو ضخیم جلدوں میں درود شریف کا ایک مجموعہ بنام خزائن البرکات مرتب کرکے نہایت خوشخط لکھوایا مگر اس کی اشاعت کا موقع سے قبل آپ کا وصال ہو گیا آپ نے اس کتاب کے عربی دیباچے میں لکھاہے:

"کسی کا کائی شغل ہے اور کسی کا کوئی مگر میرا ہر وقت کا شغل تصر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔"

بود در جہاں ہر کسے راخیالے

مرا ازہمہ خوش خیال محمد

حضرت پیر صاحب کی مرتبہ تمام کتب پر یہ لکھا ہوتا تھا "عبدالغفار حامئ اشاعت درود شریف"

خدمت درود شریف کے علاوہ آپ کی ایک دینی خدمت یہ ہے کہ مسجد حنفیہ تکیہ سادھواں میں ۱۳۲۹ھ / ۱۹۰۰ء میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام مدرسہ غوثیہ قائم کیا جس میں علوم دینیہ کی تعلیم کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ اجلہ فضلاء مدرسین کی خدمات حاسل کی گئی تھیں۔ ایک مدت تک اس مدرسہ میں مفتی عبدالقادر جہانگیروی صدر مدرس رہے اور مولانا سید احمد علی شاہ بٹالوی مرحوم اعزازی طور پر ہر ہفتہ بعد ترمذی شریف پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں کے طلباء کو مثنوی مولانا روم بھی پڑھائی جاتی تھی اور اس کا درس پیر صاحب خود دیا کرتے تھے۔

پیر صاحب قبلہ کے عقیدت مندوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ آپ کے ارادتمند پنجاب اور کشمیر سے باہر افغانستان میں بھی تھے مگر آپ نے باقاعدہ بیعت خاس حضرات ہی کو کیا۔ مولانا غلام قادر امرتسری اپ کے مرید خاس تھے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے لاہور میں میرے پیر کے قریب دفن کیا جائے چنانچہ آپ کو لاہور مین لاکر دفن کیا گیا۔

حضرت پیر صاحب کے وصال کا واقعہ یوں ہے کہ آپ نماز عشاء کے لئے اپنی مسجد میں وضو کر رہے تھے، ابھی بایاں پاؤں دھونا باقی تھا کہ یکایک آپ کو اختلاج قلب کا عارضہ لاحق ہوا۔ ڈاکٹر محمد دین ناظر جو آپ کے قریب ہی رہتے تھے، کو اطلاع دی گئی، وہ آئے اور دوا پلانے کی بہت کوشش کی مگر آپ نے نہ پی اور پونے دو گھنٹے میں واصل بحق ہو گئے، یہ وقعہ ۱۷ جمادی الاخریٰ بروز چہار شنبہ (۱۳۴۰ھ / ۱۹۱۱ء) کا ہے۔

فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔

سیدی والا گہر غفار شاہ

چوں بوصل ذات حق مسرور شد

بہر سال رحلتش گفتار شریف

"قبلہ وکعبۂ من مستور شد"

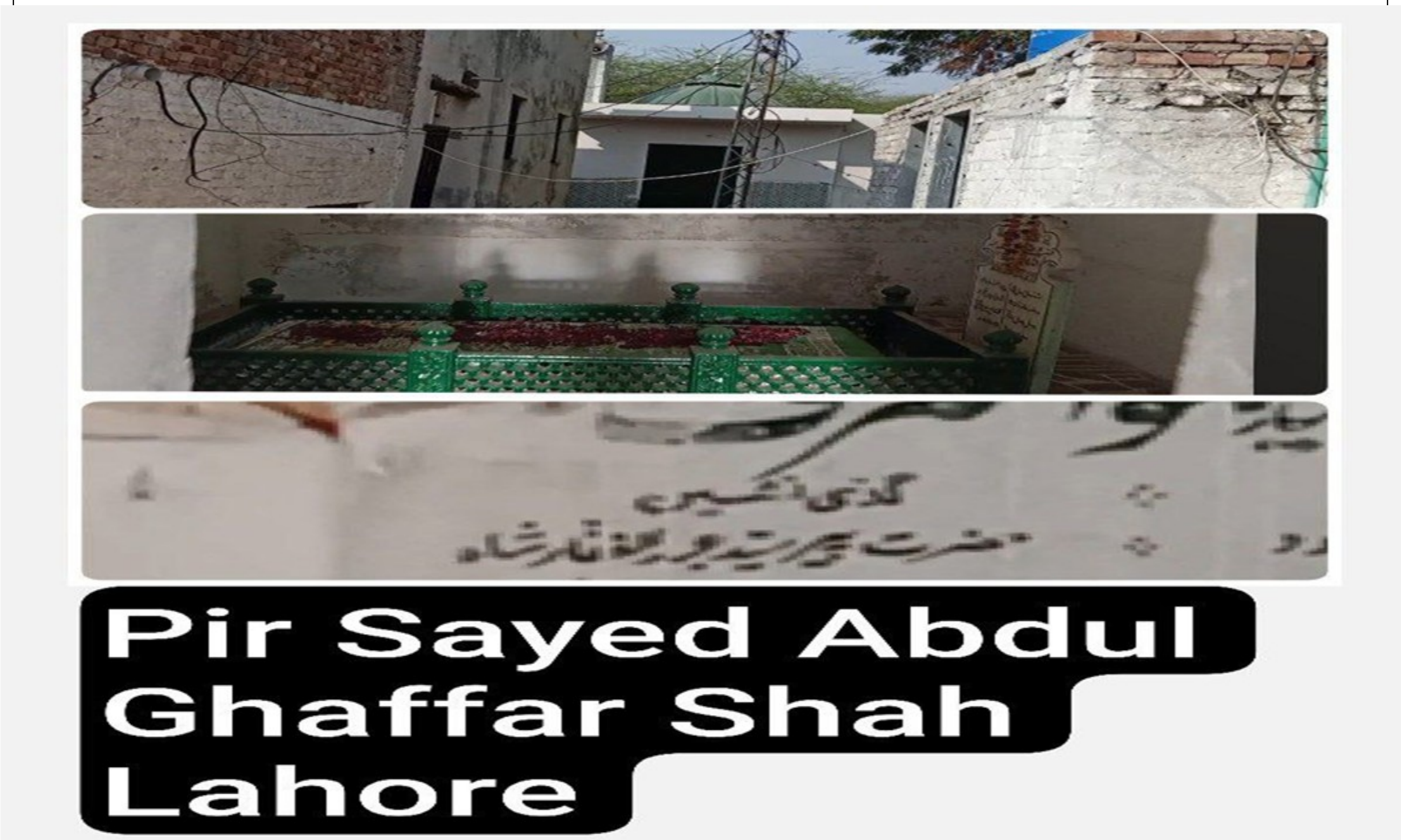
آپ کا مزار میانی صاحب (لاہور) کے قبرستان میں باغ گل بیگم کے نزدیک واقع ہے[2]

[1] نقوش لاہور نمبر (فروری ۱۹۶۲ئ) ص ۴۱۸

[2] محمد موسیٰ امرتسری، حکیم اہلسنت: قلمی یادداشت

ضیاء محمد ضیا خلیفہ: گلزار رحمانی (مطبوعہ ۱۹۷۶ء)

(تذکرہ اکابرِ اہلسنت)



سید قمر الدین کرمانی (آزاد جموں و کشمیر)

حضرت شاہ صاحب اور ان کا بچپن

سید قمر الدین شاہ کرمانی 27 جون 1929 میں جموں کی تحصیل منڈی کے فتح پور نامی گاؤں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی کا نام حمیں‌ضرت سید محمد شاہ کرمانی تھا۔

بچپن سے ہی، سید قمر الدین شاہ کرمانی نے بہت زیادہ عبادت گزاری کی، اور ان کا دینی علم اور فہم قرآن میں بہت ہی بلند تھا۔ ان کی ذہانت اور فقہی فہم کا روشن مظاہرہ ان کی معیاری علمی کارکردگی میں نمایاں تھا۔

سید قمر الدین شاہ کرمانی کی عبادت گزاری، دینی فہم، اور علمی فوتیح کو مزید اجاگر اور مکمل بنانے کے لئے، وہ نہ صرف قرآن کی تلاوت اور تفسیر میں ماہر تھے بلکہ ان پر مکمل طور پر عمل بھی کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب اور ان کا حسب و نسب:-

حضرت سید قمر الدین شاہ کرمانی رحمت اللہ علیہ حسبی و نسبی سید تھے۔اپ کے والد اور والدہ ماجدہ دونوں امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے تھے-

آپ کا نسب 15 پشت پیچھے جا کر حضرت سید شیخ مسعود نروری سے ملتا ہے جو کہ ولی کامل تھے، اور 11 پشت پیچھے جا کر حضرت عبدالقادر قلندر سے ملتا ہے۔ آپ کا نسب سات پشت پیچھے جا کر پیر سید مصطفی شاہ سے ملتا ہے، جو کہ حضرت سید پیر غفار شاہ مد فن لاہور کے دادا تھے۔ 14 پشت پیچھے جا کر آپ کا سلسلہ بابا عبداللہ شاہ سے ملتا ہے، جو کہ آپ کے اور سید انور شاہ کشمیری(جو کہ امت مسلمہ کے بہت بڑے عالموں میں سے ایک عالم تھے) دونوں کے جد امجد تھے۔ان کے نسب میں اتنے اولیاء کا ہونا ہی ان کے ولی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے-

حضرت شاہ صاحب اور ان کی زندگی کے مختلف مراحل

سید قمر الدین شاہ کرمانی، جو صرف 15 برس کے تھے، اپنے علم کی وجہ سے اس چھوٹی عمر میں بہترین استاد بنے۔ ان کو فارسی، عربی، اردو، اور ہندی میں مہارت حاصل تھی ۔ حضرت سید قمر الدین شاہ صاحب نے تین سال تک استاد کے طور پر جموں میں کام کیا، جب کہ اس دور میں مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت تھی اور مسلمانوں کو نوکری ملنا مشکل تھا۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنی علمی قابلیت اور حکمت عملی سے نہ صرف نوکری حاصل کی بلکہ اور مسلمانوں کو علم کی روشنی دکھائی۔ انہوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم دی اور مسلمانوں کو علم کے ذریعے دنیا کی فتح کا راز بتایا۔شاہ صاحب، جو صرف 18 برس کے تھے،ان نے 1947 میں پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ یہ موجودہ وقت کے شہر حویلی کہوٹہ کی خوش قسمتی تھی کہ وہاں شاہ صاحب نے رکنے کا ارادہ کیا۔جب شاہ صاحب نے حویلی کہوٹہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو اس کے ساتھ ساتھ اس علاقے کی زندگی میں نیا دور شروع ہوا۔ انہوں نے اس علاقے میں ایک اہم قدم اٹھایا اور سب سے پہلے ایک سکول قائم کیا، جو اب موجودہ ڈگری کالج کے طور پر جانا جاتا ہے۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں کو ایثار کی اہمیت کے بارے میں تعلیم دی اور انہیں گمراہی کے دلدل سے نکال کر ایک متحدہ معاشرہ بنانے کا درس دیا۔شاہ صاحب کا دل بھی بہت نرم تھا اور ان کا گھر ہر وقت مہمان نوازی کا مرکز بنا رہتا۔ وہ ہمیشہ مہمانوں کے لئے مختلف اقسام کے کھانے بنواتے رہتے اور خود بھوکے رہتے لیکن اپنے مہمانوں کو

بھوکے پیٹ نہیں رکھتے۔ ان کی اس نیکی اور مہربانی نے انہیں لوگوں کے دلوں میں عظیم محبت اور احترام کی پیشگوئی کی-حضرت شاہ صاحب کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ ان کو کبھی بھی قران و حدیث کے خلاف کوئی فعل کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ جب بھی کوئی کام کرتے تو اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کرتے۔دوسروں کے لیے محبت اور ایثار ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔حضرت شاہ صاحب نے صرف ایک شادی کی اور وہ شادی 27 سال کی عمر میں کی۔اس شادی سے ان کے چھ بیٹے تولد ہوئے۔حضرت شاہ صاحب نے اپنے بیٹوں کے ساتھ ساتھ اپنی بیٹیوں کو بھی پڑھایا اور اس وقت کے دور میں اس علاقے کو یہ سبق دیا کہ عورتوں کو بھی وہی تعلیمی حق حاصل ہے جیسا کہ ایک مرد کو حاصل ہے۔حضرت شاہ صاحب نے نہ صرف معاشرے کو مذہبی طور پر تعلیم دی بلکہ معاشرتی طور پر بھی تعلیم دی۔یہی وہ چیز ہے جو شاہ صاحب کو دوسرے مذہبی رہنماؤں سے الگ کرتی ہے اور ان کو ان سے ممتاز بناتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی زندگی کے اخری ایام:-

شاہ صاحب اپنی زندگی کے آخری دور میں بھی لوگوں کو تعلیم فراہم کرتے اور نیک اعمال کرنے کی تربیت دیتے رہے۔ ان کے فارغ وقت میں کتابوں کو مطالعہ جاری رکھنے کی عادت بنی رہی۔ حتی کہ صحت کمزور ہونے کے باوجود بھی وہ تہجد اور نماز کو قرار دیتے۔ ان کی اولاد نے بتایا کہ ان کے اخری لمحات میں بھی وہ نماز ادا کرتے رہے۔ اور کچھ لوگ جو اس بات کے شاہد تھے انہوں نے بتایا کہ 1991 میں

جہان فانی سے کوچ کرتے وقت بھی حضرت شاہ صاحب نےکلمہ شہادت کا ورد کیا۔ ان کی وصیت کے مطابق، ان کی قبر کو مزار نہیں بنایا گیا، بلکہ صرف ایک کچی قبر بنائی گئی۔

پیر نور شاہ پونچھ

راجہ موتی سنگھ نے اس علاقے کی انتظامی ترتیب کو دوبارہ ترتیب دیا۔ انہوں نے میاں نظام الدین ریاسی کو پونچھ ریاست کا وزیر اعظم مقرر کیا جنہوں نے علاقے کو پانچ تحصیلوں میں تقسیم کیا جن کے نام حویلی، Mendhar، باغ، سادنوٹی اور تھکیالا پروا (موجودہ بالاکوٹ اور نکیال علاقہ) ہیں۔ پھر انہوں نے تحصیلوں کو نیابتاوں، پرگناؤں، تھانوں اور پولیس چوکیوں میں تقسیم کیا۔راجہ نے اپنی فوج کو 300 سے بڑھا کر 1200 سپاہیوں تک پہنچایا اور انہیں دور دراز اور مشکلات والے علاقوں میں قانون اور نظم و ضبط کے مسائل کو حل کرنے کے لیے تعینات کیا۔ راجہ موتی سنگھ نے پھر پیر نور شاہ کو دیوان خاص، میاں گلاب سنگھ کو وزیر، کمدان بلوانت سنگھ کو فوجی چیف، مرزا حیدر بیگ کو جیلوں کا انچارج مقرر کیا جبکہ پنڈت جانردن زشتی کو ریونیو کا انچارج اور سردار ہرا سنگھ کو کسٹم اور سپلائیز کا انچارج مقرر کیا۔

پیر غلام حسن شاہ .

پیر غلام حسن شاہ کی سوانح حیات کشمیر کی حالیہ تاریخ پر ایک تفصیلی دستاویز کی مانند ہے جو خود اس معاملے کے ذمہ دار شخص کے ذریعہ لکھی گئی ہے۔ جیسے اپنا موقف پیش کرتے ہیں، تحریری legendہی جموں و کشمیر پولیس کے ایک زندہ کہانیوں سے بھرپور ایک طویل مدت حقیقت میں آجاتی ہے۔ زبانی تاریخ کے انداز میں لکھی گئی، شاہ نے اپنی پرورش کے بارے میں اپنے خیالات اور اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی کی کہانیاں شیئر کی ہیں۔ شاہ، جو سب سے زیادہ انعام یافتہ پولیس افسران میں سے ایک ہیں، کشمیر کی حالیہ تاریخ کے بارے میں کہانیوں کا ایک گہرا خزانہ ہیں۔ انہوں نے پولیس فورس میں ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر کے طور پر شمولیت اختیار کی اور بعد میں جموں و کشمیر پولیس کے پہلے ڈائریکٹر جنرل بنے۔ وہ کشمیر کی تاریخ کے سب سے اہم لمحات کا گواہ ہیں، اور ان کی خدمات جس عہدے پر رہی ہیں ان کے اثرات گہرے اور ناقابل تسخیر ہیں۔

وہ شخص تھا جو پولیس کے کردار کو قانون اور نظم و ضبط کے قیام سے لے کر کمیونٹی میں شمولیت تک بڑھانے کا ذمہ دار تھا، جس کا مقصد ان شہریوں کی کی حیثیت سے، DGP فلاح و بہبود کو بہتر بنانا تھا جن کی خدمت پولیس کرتی ہے۔ میں J&K میں پولیس کی جدید کاری کے عمل کا آغاز کیا۔ شاہ ریاست J&K اس نے پولیس کے شعبے کی تاریخ کا ایک شخصی نمونہ ہیں۔ یہ سوانح حیات اس کی زندگی

کو اس کی ملازمت کے آغاز سے لے کر اس کے اختتام تک، اور یہاں تک کہ ریٹائرمنٹ کے بعد کی زندگی کو بھی پیش کرتی ہے۔ اس کی بچپن سے شروع ہو کر کالج کی زندگی، پھر پولیس کیریئر کا آغاز، یہ کتاب حالیہ ماضی کے کچھ اہم لمحات کی جانب بڑھتی ہے۔ 'مُوئی مقدس کی بحالی' کے عنوان سے باب قارئین کے لیے بہت دلچسپی کا باعث ہوگا۔

اس سوانح عمری کے مصنف ایک اور معروف پولیس افسر ہیں جو جموں و کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں، عبدالرشید خان، جو کہ ایک سابق انسپکٹر جنرل آف پولیس ہیں۔ خان نے کشمیر یونیورسٹی سے معیشت میں پوسٹ گریجویٹ ڈگری حاصل کی، اور سپس کے اے ایس کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور بعد میں پولیس کے محکمے میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے طور پر شامل ہوئے۔ انہیں بعد میں آئی پی ایس میں شامل کیا گیا۔ آئی جی پی کے طور پر ریٹائرمنٹ کے بعد، خان نے جموں و کشمیر اسٹیٹ ہیومن رائٹس کمیشن کے رکن کے طور پر خدمات انجام دیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبند

انوار شاہ کشمیری، حدیث کی تعلیم و تحقیق کے میدان میں ایک روشن ستارہ، ہندوستانی سبمیں نبی محمد ﷺ کی تعلیمات کی حفاظت اور ان کی نشر و اشاعت میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان کی وسیع مہارت، درست طریقہ کار، اور غیر متزلزل عزم

نے انہیں 'علامہ' (علمی عالم) کا معزز لقب عطا کیا اور انہیں اپنے زمانے میں حدیث کی تعلیمات کے ممتاز ترین ماہرین میں شامل کیا۔انوار شاہ کشمیری کی ابتدائی زندگیانوار شاہ کا جنم نومبر 1875 میں کشمیر کے دودوان وادی میں ہوا۔ انہوں نے کم عمری میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی، اپنے والد مولانا غلام محمد رسولی پورہ کی رہنمائی میں قرآن کی تلاوت کا فن سیکھا۔ 13 سال کی عمر میں وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ہزارہ چلے گئے اور وہاں تین سال گزارنے کے بعد انہوں نے گنگوہ کے ساتھ منسلک ہوئے، جہاں انہوں نے معروف علماء جیسے خلیل احمد اور غلام رسول کے سامنے علم حاصل کیا۔ علم کی تلاش نے انہیں گجرات کی طرف لے جایا، جہاں انہوں نے تین سال گزارے اور فائز عام نامی ایک مدرسہ قائم کیا، جو حدیث کے علم کو فروغ دینے کے لیے مختص کیا گیا تھا۔

شاہ کشمیری کے ادبی کام علامہ کشمیری کا لکھنے اور جمع کرنے کی طرف بہت کم رجحان تھا۔ وہ ہمیشہ نامور علماء کے کاموں کا مطالعہ کرنے میں محو رہے۔ وہ ادبی خوبصورتی، شہرت اور دولت کماتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ تاہم، کچھ حالات نے انہیں کچھ متنازعہ مسائل پر لکھنے پر مجبور کیا۔ اس طرح، ان کی قلم سے کچھ قیمتی تحریریں نکلیں۔ مزید برآں، ان کے کچھ ممتاز طلباء نے ان کی کلاس روم کی لیکچروں اور گفتگوؤں کو اکٹھا کیا اور مختلف ناموں کے تحت کتابوں کی شکل میں ترتیب دیا جو ان کے مواد کے مطابق تھے۔ علامہ کشمیری کے کام دو اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک، وہ کتابیں اور تحریریں جو انہوں نے وقتاً فوقتاً لکھی

ہیں؛ دوسرا، کلاس روم کی لیکچرز، گفتگوئیں، اور خطبات جو کچھ قابل طلباء نے جمع کیے ہیں۔ یہ اتنے مستند تھے کہ ان پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے کچھ مجموعے ان کی جانب سے نظر ثانی کیے گئے ہیں، اور ان کی منظوری پر ان کی طباعت اور اشاعت کے انتظامات کیے گئے۔ ان کی تحریر کردہ کتابوں میں شامل ہیں

علامہ انور شاہ کشمیری کشمیر کے معزز اسلامی علماء میں ایک نمایاں شخصیت ہیں، جو ایک ایسی وراثت چھوڑ گئے ہیں جو نسلوں کے ساتھ علماء کو متاثر کرتی رہتی ہے۔ ان کا اثر یہ یقینی بناتا ہے کہ نبی کی تعلیمات دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ایک رہنما قوت کے طور پر برقرار رہیں۔ انور شاہ کے حدیث کے میدان میں اہم کردار کو سمجھتے ہوئے، ہمیں ایسے علماء کی شاندار شراکتوں کو مزید جانچنے کی ترغیب ملتی ہے۔ ان کا اثر نہ صرف تاریخی بیانیوں کی تشکیل کرتا ہے بلکہ ہمارے موجودہ اسلامی اصولوں کی تفہیم کو بھی بڑھاتا ہے۔ ان کے کاموں میں جھانکنے سے اسلامی علم کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے، جو کہ سچائی اور بصیرت کی تلاش کرنے والوں کے لیے علم اور روحانی روشنی کے لیے ایک مہم پرچم کرتا ہے۔



پیر مظہر شاہ

نیلم وادی سے تعلق رکھنے پیر مظہر شاہ اس کے رہائشیوں کی بنیادی ضروریات کی شدید کمی کے باعث متاثر ہوئے۔ اس نے 2006 میں سیاست میں قدم رکھا اور اسی سال کے عام انتخابات میں حصہ لیا۔اس کے بعد سے وہ سیاسی میدان میں سرگرم ہیں، 2011 اور 2021 کے انتخابات میں شرکت کر چکے ہیں، جہاں ان کی پارٹی نے پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کے ساتھ اتحاد کیا۔نیلم وادی کے نمائندے کے طور پر، وہ مختلف حکومتی منصوبوں کے ذریعے اس علاقے کی ترقی کے لئے بلا تھکا کوشش کرتے ہیں، ایک ایسی بصیرت کے ساتھ کہ مسلم امت کو ان کے اجتماعی حقوق کے لئے متحد کیا جائے

پیر مظہر شاہ نہ صرف ایک تجربہ کار سیاستدان ہیں بلکہ ایک لگن سے بھرپور دانشور بھی ہیں۔ انہوں نے ملک کی سب سے بڑی یونیورسٹی، یونیورسٹی آف کراچی سے اپنی انڈر گریجویٹ تعلیم مکمل کی اور اسی ادارے سے شاندار تعلیمی کارکردگی کے ساتھ ماسٹر ڈگری

حاصل کی۔اسلامی مطالعات کے لئے ان کی شغف نے انہیں خوبصورت علماء جیسے ڈاکٹر سرفراز خان صفدر اور جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی کی رہنمائی میں پڑھنے کی راہ پر گامزن کیا، جس نے ان کی مذہبی اصولوں کی سمجھ کو مزید گہرا کر دیاپیر مظہر شاہ کی ایک شاندار پہل ہوفاز تعلیم کے نظام کا آغاز ہے، جو ایک منفرد تعلیمی ماڈل ہے جو جدید تعلیم کے ساتھ اسلامی مطالعات کو یکجا کرتا ہےوہ متعدد تعلیمی اداروں، بشمول اسکولوں اور مدارس کی نگرانی کرتے ہیں اور وہ معاشرے کی بہتری کے لئے تعلیم کا مقصد جاری رکھے ہوئے ہی

حوالے:-

1. پیر غلام حسن شاہ اور جموں و کشمیر پولیس

2. جمالِ انور از مولانا عبدال قیوم حقانی

3. انورِ انوری از مولانا انور لیلپوری

4. مولانا انور شاہ کشمیری اور عربی زبان از تاج الدین مدنی

5. نام و نسب از پیر نصیر الدین شاہ گلانی

6. حسنِ تطہیر از محمد اعجاز آرفی

7. حیاتِ انور از اظہار شاہ قائر

8. تاریخِ دیوبند از سید محبوب رضوی

9. سیرتِ انوری از مسعود احمد قاسمی

10. مولانا انور شاہ کشمیری کے علوم و معارف از مولانا محمد اقبال قریشی

11. علمِ حق از سید محمد میاں شاہ صاحب